کلام اقبال اردو میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر: ایک تحقیقی جائزہ

Mention of the Prophets (Peace Be Upon Them) in Iqbal's Urdu Poetry: A Research Review

Muhammad Dawood Jamal
PhD Scholar, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan
Email: dawoodjamal1173@gmail.com
Hafiz Muhammad Sohaib Ashraf
Independent Researcher, Rahim Yar Khan, Pakistan
Aqsa Sarwar
Lecturer, Govt. Khawaja Fareed Graduate College RYK
Email: aqsasarwar357@gmail.com

Abstract
This article analyzes the profound and symbolic use of various Prophets of Islam in the poetic works of Allama Muhammad Iqbal. The study focuses on how Iqbal employs the narratives and characteristics of Adam, Noah, Abraham, Ishmael, Joseph, Moses, and Solomon as powerful talismanic figures and metaphors to convey his philosophical and reformative messages.

Iqbal’s poetic treatment of the Prophets transcends mere narration. Adam symbolizes the potential of the Self (Khudi) and the first viceregent of God on Earth, while his "misstep" highlights the journey of growth through experience. Abraham, the "Father of the Prophets" and "Symbol of Monotheism", is primarily used to represent the unwavering certainty of faith (Yaqeen-e-Mohkam) and the courage of idol-breaking (But Shikani) against the "idols" of modernity, such as nationalism and materialism. Moses, the "Spokesman of God" (Kaleem Allah), is a central figure, symbolizing the direct communion with the Divine (Jalwa-e-Toor), the revolutionary power of truth (Zarb-e-Kaleem) against oppressive forces like Pharaoh and the dangers of spiritual stagnation (Tilsam-e-Samri). The ultimate sacrifice of Ishmael represents the pinnacle of self-surrender and obedience.

In essence, Iqbal utilizes the lives of these Prophets—from Noah's perseverance to Joseph's resilience in the face of adversity and Solomon's unique kingship—as a framework for spiritual and intellectual reform of the Muslim Ummah. The study concludes that the Prophets in Iqbal's poetry are not just historical characters, but dynamic, living archetypes that inspire the

reader toward self-discovery, unwavering faith, revolutionary action, and the establishment of a just and divinely-guided society.

Keywords: Allama Iqbal, Prophetic Descriptions, Poetry, Urdu Poetry

لُڈوِگ وٹگنسٹائن (Ludwig Wittgenstein) کے فلسفے کے مطابق انسان کی "دنیا" اس کے "ذخیرہ الفاظ اور اصطلاحات" کا عکس ہوتا ہے۔ کسی شاعر کے ہاں کثیر الاستعمال الفاظ و تعبیرات سے اس کی ترجیحات اور نظریات کا پتہ چلتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ان کی اسلامی فکر کا ترجمان ہے۔ کلام اقبال میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کے بجائے ان کی طرف مختصر اشارے کیے گئے ہیں ۔ نیز انبیاءؑ کے حالات و واقعات سے متعلقہ الفاظ کو استعارات کے طور پر اپنا پیغام دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے کلام اقبال میں انبیاءؑ کا ذکر پڑھنے والے کو پورے واقعات کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اس مطالعے سے جو بات قاری کے سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ علامہ اقبال "ایمان بالنبوہ" کی کتنی جھلک اپنی شاعری میں دکھاتے ہیں۔ اور علامہ کے ہاں اللہ تعالی کے نبی اپنے وقت کے کامل ترین انسان ہوتے ہیں۔ اس لیے علامہ ان کا ذکر مثالی شخصیات کے طور پر کرتے ہیں۔ علامہ اقبال انبیاءؑ سے متعلق استعارات زیادہ تر قرآن پاک کی آیات سے لیتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ کو قرآن پاک کا کتنا علم تھا اور کتاب مجید سے کتنا شغف تھا۔

منہج تحقیق

اس مقالے میں کلام اقبال اردو میں مذکور انبیا علیہم السلام کو ان کی زمانی ترتیب کے مطابق جگہ دی گئی ہے۔ انبیا علیہم السلام سے متعلق تمام اشعار کو بیان کیا گیا ہے۔ شعر میں تلمیح کی مختصر وضاحت کر دی گئی ہے۔ کلام اقبال کے اشعار کے لیے اکثر جگہ متن میں ہی مختصر حوالہ دے دیا ہے۔ مختصر حوالے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ شعر ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے نظم کا نام لکھا ہے [مثلاً: طلوع اسلام]۔ اگر غزل ہے تو اس کا نمبر لکھا ہے۔ پھر کتاب کا مختصر نام لکھ کر صفحہ نمبر لکھا گیا ہے۔ صفحہ نمبر کلیات اقبال اردو مطبوعہ علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ۲۰۰۵م کے مطابق ہیں۔ نیز صفحہ نمبرز کے لیے کلیات کی مجموعی نمبرنگ کا اعتبار کیا گیا ہے۔

آدم علیہ السلام

آدمؑ اللہ تعالی کے سب سے پہلے نبی تھے۔ تمام انسانوں جد امجد تھے۔ وہی انسان اول تھے۔ آدم علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں کل 25 مرتبہ آیا ہے۔ (سورۃ بقرۃ، آل عمران، مائدہ، اعراف، اسراء، کھف مریم، طہ، یس)۔ البتہ سورہ الحجر اور ص میں آدم علیہ السلام کا ذکر نام کے بغیر آیا ہے [1]۔ قرآن پاک میں آدمؑ کی تخلیق کا واقعہ متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے [2]۔

اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پیدا کرنے کے بعد فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ ابلیس جو کہ فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان ہی میں شمار ہوتا تھا، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اللہ تعالی کے دربار سے دھتکار دیا گیا۔ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ جنت میں رہ رہے تھے تو ابلیس نے انہیں دھوکہ دے کر شجر ممنوعہ کے استعمال کا ارتکاب کروایا۔ اس پر اللہ تعالی نے انہیں زمین پر بھیج دیا۔ آدمؑ نے زمین پر آکر اللہ تعالی سے توبہ کی۔ اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

- تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے

اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی کے حکم سے تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔

- یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو[3]

اس شعر میں آدم علیہ السلام کی لغزش کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے شیطان کے کہنے کے بعد ممنوعہ پھل کھالیا اور اللہ تعالی نے انہیں جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا۔

نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی تھے۔ قرآن پاک میں آپ کا نام کل 43 مرتبہ آیا ہے۔ قرآن پاک کی سورت نمبر 71 آپؑ کے نام سے موسوم ہے۔ انہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ ان کی قوم بت پرست تھی۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، اور ساڑھے نو سو (950) سال تک مسلسل دعوت دی۔ مگر ان کی قوم میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے۔ سیاسی حیثیت کے حاملین طبقہ اشرافیہ (ملأ القوم) اور اور دنیا پرست صاحب ثروت لوگوں (مترفین) نے ان کی دعوت کو ٹھکرادیا، اور ان کے مشن میں بہت رکاوٹیں ڈالیں[4]۔ اللہ تعالی کے حکم سے نوح علیہ السلام نے ایک بڑی کشتی بنائی اور مومن لوگ اور جانوروں کا ایک ایک جوڑا اس کشتی میں سوار کر لیا۔ شرک کے نتیجے میں ان کی قوم پر پانی کا عذاب آیا۔ تمام کافر ڈوب گئے۔ ایمان والے نوح علیہ السلام کے ساتھ محفوظ رہے۔ پانی اترنے پر ان کی کی کشتی ایک پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ قرآن پاک (سورہ ھود) کے مطابق اس پہاڑ کا نام جودی تھا اور بائبل (کتاب پیدائش) کے مطابق اس کا نام ارارات تھا۔ جودی پہاڑ (Mount Judi) موجودہ ترکی کے جنوب مشرقی صوبے سرناک (Sirnak) میں واقع ہے۔ یہ علاقہ عراق اور شام کی سرحد کے نزدیک ہے[5]۔ ارارات پہاڑ (Mount Ararat) بھی ترکی ہی میں واقع ہے اور آرمینیا اور ایران کی سرحد

کے قریب ہے۔ ارارات ایک جڑواں چوٹی والا آتش فشاں پہاڑ ہے۔ اس کی بلند چوٹی 5165 میٹر، اور ننھی چوٹی 3896 میٹر بلند ہے۔ موجودہ جغرافیہ کے لحاظ سے ارارات ترکی کی سب سے بلند پہاڑی چوٹی ہے[6]۔ ان دونوں پہاڑوں(جودی اور ارارات) کے درمیان تقریباً دو سو(200) کلو میٹر کا فضائی فاصلہ ہے۔ دونوں روایات کے اختلاف کو رفع کرنے کے لیے ہمارے پاس دو طریقے ہیں: ترجیح اور تطبیق۔ ترجیح کے طریقے کے لحاظ سے کوہ جودی کو ترجیح حاصل ہو گی کیونکہ قرآن پاک محفوظ و معتبر ہے اور موجودہ بائبل محرّف و غیر معتبر۔ انگریز محقق ڈاکٹر بل کراؤزنے جودی پہاڑ کی ترجیح کے لیے تاریخ و جغرافیہ سے بہت عمدہ دلائل دیے ہیں[7]،[8]۔ تطبیق کے طریقے سے اختلاف یوں رفع ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل کشتی ارارط پر ٹھہری ہو جو کہ زیادہ بلندی پر واقع ہے، پھر پانی مزید اترنے پر کشتی کوہ جودی پر جا کر ٹھہر گئی ہو۔ بہر حال ہندوستان میں کشتی ٹھہرنے کی روایات جھوٹی ہیں۔

- نوح نبی کا آ کر ٹھہرا جہاں سفینہ ایضاً [بانگ:87]

اس شعر میں علامہ طوفان نوح کے بعد ان کی کشتی کے ٹھہرنے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور ان کا دعوی ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہندوستان کی سرزمین میں ہمالیہ پہاڑ پر ٹھہری تھی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے؛ یہ دعوی حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (رمز توحید و ابو الانبیاء)

حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالی کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ قرآن پاک میں آپؑ کا نام کل انہتر(69) مرتبہ وارد ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سورت نمبر 14 آپؑ کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش جنوبی عراق کے قصبہ "اُر" میں ہوئی[9]۔ ابراہیمؑ کا زمانہ نوحؑ کے زمانے کے ایک ہزار سال بعد کا زمانہ ہے[10]۔ آپ کے والد کا نام آزر بن ناحور تھا[11]۔ ابراہیم علیہ السلام نے متعدد ہجرتیں کیں۔ قوم کی ضد اور مخالفت کے بعد آپؑ نے دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع "اور کلدانیین" نامی بستی کی طرف پہلی ہجرت کی۔ کچھ عرصہ اس جگہ رہنے کے بعد حران کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ یہ دوسری ہجرت تھی۔ تیسری ہجرت ابراہیمؑ نے مبارک سرزمین فلسطین کی جانب کی۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجا لوط علیہم لسلام بھی تھے۔ حضرت لوطؑ کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ یہاں قحط کی بناء پر مصر کے علاقے کی طرف چوتھی ہجرت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد مصر سے واپس فلطین تشریف لے آئے اور محبت اور رشتہ داری قائم رکھتے ہوئے الگ الگ رہائش رکھی تاکہ ہر ایک کو اپنے مویشیوں کے لیے گھاس اور پانی مل سکے۔ حضرت ابراہیمؑ نام بئر سبع میں اور حضرت لوط علیہ بحیرہ مردار کے جنوب میں رہنے لگے جسے بحیرہ لوط کہا جاتا ہے[12]،[13]۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دوسری زوجہ محترمہ ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے شیر خوار حضرت اسماعیل بھی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان دونوں کو اس بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا کر واپس چلے گئے۔ پھر وہاں زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور کداء کے راستے سے بنو جو ہم آکر وہاں آباد ہو گئے۔ اس طرح حجاز کا علاقہ آپؑ کی مبارک ذریت نے آباد کیا۔ آپ نے کل ایک سو پچھتر (175) سال عمر پائی۔ ستاسی (87) سال کی عمر میں آپ کے بیٹے اسماعیلؑ کی ولادت ہوئی۔ اور پورے سو (100) سال کی عمر میں آپ کے ہاں اسحاقؑ پیدا ہوئے [14]، [15]۔

ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے مختلف واقعات قرآن پاک نے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھانے کے لیے پہلے ستارے کو خدا فرض کیا۔ جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی غروب ہونا زوال کی علامت ہے۔ اور زوال پذیر چیز خدا نہیں ہو سکتی۔ پھر اسی طرح چاند کو خدا فرض کیا اور اس کے غروب پر مفروضہ ترک کر دیا۔ پھر سورج کو خدا فرض کیا اور اس کے غروب پر اپنے مفروضے کو باطل قرار دیا۔

دوسرا اہم واقعہ بتوں کے توڑنے کا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر جب ساری قوم کسی میلے میں گئی ہوئی تھی، بت خانے کے سارے بتوں کو توڑ دیا۔ اس پر ان کی قوم نے انہیں آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا اور ڈال بھی دیا۔ یہ عمل بادشاہ وقت نمرود کے ایماء پر ہوا۔ اللہ تعالی کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہو گئی، اور ابراہیم علیہ السلام بالکل سلامت رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ فلسطین کے شہر الخلیل (خبرون) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

یقین محکم اور دعوت توحید

1. براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے ہوس سینے میں چھپ چھپ کے بنا لیتی ہے تصویریں

طلوع اسلام [بانگ: 271]

اس شعر میں علامہ نے ابراہیمؑ کو عقیدہ توحید اور اخلاص کے استعارے کے طور پر ذکر کیا ہے۔ براہیمی نظر سے مراد اخلاص اور توحید کا وہ اعلی درجہ ہے جس میں انسان اپنی ہوس اور خواہش کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ اپنی پوری زندگی اللہ کی رضا کے لیے گزارتا ہے۔ ہوس کی تصویروں کا ذکر بہت مناسب ہے کیونکہ ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو بتوں کو توڑ ڈالا تھا۔ شعر کا مقصد یہ ہے کہ ابراہیمی نظر کے ہوتے ہوئے ہوس کے بت یا تصویریں نہیں رہ سکتے۔

2. دگر شاخِ خلیل از خونِ ما نمناک می گردد ببازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

طلوع اسلام[بانگ:275]

اس شعر میں شاخ خلیل استعارہ ہے اس دعوت توحید کا جس کے لیے ابراہیمؑ نے اپنی پوری زندگی وقف کرر کھی تھی۔ شعر کا مقصد یہ ہے کہ شاعر نے جو قربانی دی اس سے توحید کی فصل اگی۔ شاعر خوش ہے کہ اللہ کی محبت میں اس کی جان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔

3. نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوہ آزری

میں اور تو [بانگ:25]

اس شعر میں قرینہ خلیل اور شیوہ آزری استعارہ ہیں۔ اول توحید خالص اور ثانی کفر و شرک کا استعارہ ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ جب میں خلیل اللہ ابراہیمؑ کا اسلوب توحید اور شرک سے براءت حاصل نہیں کر سکا تو آزر بت پرست والے کام میں پڑ گیا اور بتوں کے آگے جھک کر مارا گیا۔

4. وہ سکوت شام صحرا میں غروب آفتاب جس سے روشن تر ہوئی چشم جہاں بین خلیل

خضرراہ [بانگ:258]

اس شعر میں تلمیح ہے قرآن پاک کی سورۃ انعام، آیت:76-78 کی طرف، جس میں یہ بیان ہے کہ ابریھیم علیہ السلام نے آسمان میں موجود اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کیا اور اپنی قوم کو حکیمانہ اسلوب میں توحید کا درس دیا۔ شعر کا حاصل یہ ہے کہ خضر شاعر سے کہہ رہے ہیں کہ صحراء میں رات کے وقت کی خاموشی انسان کے تفکر کے لیے بہت موثر چیز ہے۔ خضر یاد دلاتے ہیں کہ ایسی ہی خاموش رات میں اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام اللہ کی قدرت میں غور فرماتے تھے اور اس سے ان کے ایمان میں اضافہ بھی ہوا۔ جیسا کہ سورہ انعام:75 میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں یہ نشانیاں ان کے ایمان میں اضافے کے لیے دکھائیں۔

5. صدق خلیل بھی عشق ذوق و شوق [بال:404]

اس شعر میں ابراہیمؑ کی سچائی کی طرف اشارہ ہے۔ ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے سامنے بے باکی سے توحید کی بات کی اور بتوں کا بے حیثیت ہونا بیان کیا۔ شاعر کا کہنا ہے کہ یہ صاف گوئی اور صداقت ابراہیمؑ کو ان کے عشق الٰہی کی بدولت نصیب ہوا تھا۔

آتش نشینی اور حفاظت یزدانی

1. عذابِ دانش حاضر سے باخبر ہوں میں کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل[16]58

اس شعر میں تلمیح ہے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی طرف جس کا ذکر ہم تعارف میں کر چکے ہیں۔ شاعر کہنا چاہتے ہیں کہ وہ ابراہیمؑ کی طرح آگ میں ڈالے گئے اور وہ سلامت رہے، مگر شاعر کو حسی آگ کے بجائے "عصر حاضر کے نظام تعلیم" کی معنوی آگ میں ڈالا گیا۔

2. یقیں مثل خلیل آتش نشینی 84 [بال:373]

اس شعر میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ یقین حاصل کرنے کے لیے مجاہدے کی آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ یا معنی یہ ہو گا کہ یقین ہو تو انسان آگ میں بھی کود جاتا ہو۔

3. آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

خضر راہ [بانگ:257]

اس شعر کا معنی یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں (مسلمانوں) کو اس دور میں امتحان کے طور پر مصائب کی آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔

4. آتش نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز کفر و اسلام [بانگ:240]

5. شعلہ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا کفر و اسلام [بانگ:240]

ان دو اشعار میں اشارہ ہے کہ کفر و شرک والے آج بھی اہل توحید پر ستم ڈھا رہے ہیں

6. آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

جواب شکوہ[بانگ:205]

بت شکنی ابراہیم وبت تراشیٔ آزر

1. یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ[17] لا الہ الا اللہ

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ دور میں وطنیت، قومیت، سرمایہ و سائنس اور انسانیت کے نام پر بہت سے بت بنا لیے گئے ہیں جنہیں خدا کی طرح پوجا جا رہا ہے۔ یہ زمانہ مسلمانوں سے جرأت ابراہیمی اور ایمان ابراہیمی کا تقاضا کرتا ہے۔

2. وہ علم اپنے بتوں کا آپ ہے ابراہیم کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

علم اور دین [ضرب:488]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ جو علم عقل کے ساتھ دل اور نظر سے بھی استفادہ کرتا ہے، وہ انسان کو گمراہ نہیں ہونے دیتا۔ اس کے سامنے اگر کوئی نظریاتی بت وجود میں آتا ہے تو وہ ابراہیمؑ کی طرح اس بت کو توڑ دیتا ہے۔

3. صنم کدہ ہے جہاں، اور مرد حق ہے خلیل 64[بال:360]

4. آزر کا پیشہ خارا تراشی کارِ خلیلاں خارا گدازی 68[بال:363]

5. توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق سوامی رام تیرتھ [بانگ:114]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ عشق وجود کو خدا کے برابر ماننے سے انکار کرتا ہے۔ عشق خدا کی ذات کو واجب الوجود مانتا ہے۔ عشق کا کہنا ہے کہ ساری کائنات کو وجود دینے والی ذات اللہ تعالی کی ہے۔ عشق خدا کے سامنے پوری کائنات کے وجود کو بے معنی سمجھتا ہے۔

6. اٹھیں گے آزر ہزاروں شعر کے بت خانے سے داغ[بانگ:90]

اس شعر میں آزر استعارہ ہے بت تراش کے لیے۔ شعر کا حاصل یہ ہے کہ بہت سے لوگ شعروں میں بت بنا کر پوجیں گے۔ یعنی بہت سے لوگ عشق مجازی کی شاعری کریں گے۔

7. یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا پیام عشق [بانگ:130]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ فرقے بنا کر اپنے فرقے کی بے جا اور متعصبانہ حمایت کرنا گویا بت بنا کر انہیں پوجنا ہے۔

8. شانِ خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں کرتی ہے اس کی قوم جب اپنا شعار آزری

شاعر [بانگ:211]

9. یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آزرانہ

11 [بال:307]

اسماعیل علیہ السلام

اسماعیل علیہ السلام ابراہیمؑ کے بیٹے اور اللہ تعالی کے نبی تھے۔ آپ علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں کل بارہ(12)مرتبہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ اور سورہ صٰفّٰت میں آپ کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ ہے۔

1. غریب وسادہ ورنگیں ہے داستانِ حرم نہایت اس کی حُسین، ابتدا ہے اسماعیل

58[بال:355]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے قربانی مانگتا ہے۔ کبھی اسماعیلؑ خود کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذبح کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اور کبھی نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اسلام کی سربلندی کے لیے نکلتے ہیں اور کربلا میں شہادت پاتے ہیں۔

2. یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی10[بال:306]

اس شعر میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اسمعیلؑ خود اپنی خوشی سے اللہ کے لیے ذبح ہونے کے لیے لیٹ گئے[18]۔

یوسف علیہ السلام

یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ آپ کے والد، دادا، اور پردادا سب نبی تھے۔ قرآن پاک میں آپؑ کا نام تین سورتوں میں 27 مرتبہ آیا ہے۔ قرآن پاک کی سورت نمبر 12 آپ کے نام نامی کے ساتھ موسوم ہے۔

حضرت یوسف اسلام حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت اسحقؑ کے پوتے اور حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے ہیں۔ آپ حاران میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ راحیل بنت لابان تھیں۔ آپ کے ماں کی طرف سے سگے بھائی بنیامین بن یعقوب تھے۔ آپ سے ایک خواب سن کر آپ کے سوتیلے بھائیوں نے حسد کیا اور بہانے سے انہیں ایک کنویں میں پھینک دیا۔ جلعاد (اردن) سے آنے والا ایک قافلہ ادھر سے گزرا تو وہ لوگ یوسفؑ کو کنویں سے نکال کر مصر لے گئے۔ اس وقت حضرت یوسفؑ 18 سال کے تھے۔ یوسف علیا کا زمانہ محققین کے مطابق سترہویں صدی ق م کا ہو سکتا ہے جب وہاں اپوفیس نامی بادشاہ حکمران تھا۔

مصر میں حضرت یوسفؑ کو "عزیز" فوطیقار یا فوطیفرح نے خرید لیا۔ عزیز حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق شاہی خزانے کا افسر تھا۔ پھر فوطیفار کی بیوی زلیخا کی طرف سے حضرت یوسفؑ کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس کے نتیجے میں یوسفؑ کو کئی سال قید میں گزارنے پڑے۔ قید خانے میں انہوں نے دو قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔ ان دونوں میں سے جو شخص قید سے چھوٹ گیا وہ بادشاہ مصر "یوفیس" کے ساقیوں کا سردار تھا۔ اس نے کئی سال بعد بادشاہ کا خواب سن کر اور بادشاہ کی اجازت سے جیل آکر یوسفؑ سے شاہی خواب کی تعبیر پوچھی۔ یوسف کی بتائی ہوئی تعبیر جب بادشاہ نے سنی تو اس نے یوسفؑ کو دربار میں بلا بھیجا اور پھر انہیں نائب السلطنت کے منصب پر فائز کر دیا۔

یوسفؑ جب مصر کے نائب السلطنت بن گئے تو انہوں نے شاہی خواب کے مطابق آنے والے قحط کے پیش نظر بہترین انتظامات کیے حتی کہ ان کے سوتیلے بھائی کنعان سے غلہ لینے مصر آئے۔ حضرت یوسفؑ کی خواہش پر اگلے سال وہ بنیامین کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت یوسفؑ کے ایک عذر کے باعث بنیامین وہیں یوسفؑ کے پاس رہے۔ اور جب حضرت یوسفؑ کے علاتی بھائی تیسری بار مصر آئے تب حضرت یوسفؑ نے بھائیوں

کے سامنے اپنے آپ کا انکشاف کیا اور وہ بر سر اقتدار بھائی کو دیکھ کر اپنے سابقہ رویے پر نادم ہوئے۔ پھر یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو بھی مصر بلوا لیا۔ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل جو مصر آئے وہ بہوؤں کو چھوڑ کر شمار میں 66 تھے[19]۔

1. تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا جواب شکوہ[بانگ:205]

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر ملک مسلمان کا وطن ہے۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ یوسفؑ کی جائے پیدائش اور آبائی وطن کنعان تھا جبکہ مصر میں وہ اجنبی غلام کے طور پر لائے گئے تھے۔ مصر ان کے لیے پردیس تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ پردیس بھی مسلمان کے لیے وطن کی طرح ہے، کیونکہ یہ ساری زمین اللہ تعالی کی ملکیت ہے۔

2. آہ وہ یوسف نہ ہاتھ آیا تیرے بازار میں رخصت اے بزم جہاں[بانگ:64]

اس شعر میں استعارہ ہے۔ شاعر اس دنیا سے کہتے ہیں کہ تیرے بازار میں مجھے بہت نفع بخش سودا نہیں ملا ، جیسے مصر والوں کو یوسفؑ جیسا بچہ ملا تھا۔

3. جلوہ یوسف گم گشتہ دکھا کہ ان کو تپش آمادہ تر از خون زلیخا کر دیں

عبد القادر کے نام[بانگ:132]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت اور حسین تاریخ کی جھلک دکھا کر ان کا خون گرما دیں اور انہیں جدوجہد پر آمادہ کر دیں، جس طرح زیخا حسن یوسفؑ سے متاثر ہو کر پے در پے تدبیروں پر آمادہ ہو گئی تھی۔

4. کنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا ارے ظالم جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے

تصویر درد[بانگ:73]

اس شعر میں شاعر کا موقف یہ ہے کہ انسان حسنِ عالم کو دیکھ کر اگر عظمتِ صانع تک نہ پہنچے تو اس کا دیکھنا بے کار ہے۔ اسے مخلوقات کے حسن میں حسن مطلق کی جھلک دکھنی چاہیے تھی، مگر وہ مخلوقات میں ہی کھو کر رہ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کا ذکر قرآن پاک میں 136 مرتبہ آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام "یوکابد" تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت یعقوبؑ تک پہنچتا ہے جو یوں ہے: موسیٰ بن عمران بن قامت بن لاوی بن یعقوب علیہم السلام

آپ بالائی مصر (جنوبی مصر) میں دارالحکومت طیبہ (تھیبس) میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب مصر میں ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان بر سر اقتدار تھا، جس نے بنی اسرائیل پر مظالم توڑنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے طیبہ (موجودہ الاقصر) میں رحمت الٰہی کے تحت فرعون رمسیس ثانی کے محل میں پرورش پائی۔ رمسیس کی بیوی آسیہ کو قرآن میں مومنہ قرار دیا گیا ہے۔ جوان ہوئے تو موسیٰؑ کے ہاتھوں ایک قبطی کے قتل بالخطا پر انہیں مصر سے ہجرت کرنا پڑی۔ وہ طیبہ سے ساڑھے چھ سو کلو میٹر شمال میں منصف (منفس) پہنچے اور پھر صحرائے سیناء اور ایلہ سے ہوتے ہوئے مدین آئے جہاں شعیب علیہ السلام نے ان کی میزبانی کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس حضرت شعیبؑ کی ملازمت میں ان کی بھیڑ بکریاں چرائیں تو انہوں نے اپنی صاحبزادی صفوراء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس برس وہاں مزید قیام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ وادی سیناء میں جا رہے تھے کہ کوہ طور پر روشنی دیکھ کر آگ لینے گئے مگر پیغمبری مل گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوا اور انہیں اور ان کے بھائی ہارون کو حکم دیا گیا کہ فرعون کو حق کی دعوت دیں اور بنی اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے چھڑا لائیں۔ حضرت ہارون علیہ مصر ہی میں موجود تھے۔

فرعونِ موسیٰؑ: عام طور پر فرعون موسیٰ کے بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون موسیٰ دو ہیں۔ ایک فرعون رعمسیس ثانی جس کے گھر میں موسیٰ السلام نے پرورش پائی اور دوسرا اس کا بیٹا منفتاح تھا جو غرقاب ہوا۔

کوہ طور پر تجلی ذات:

کوہ طور (حورب) پر جب تیس اور مزید دس راتوں کا میقات یعنی چالیس راتیں پوری ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پر انہیں تجلی ذات کا مشاہدہ کرایا گیا جس کی وہ تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر انہیں تورات عطا کی گئی۔ اس دوران بنی اسرائیل جو پہاڑ کے نیچے میدان الراحہ میں مقیم تھے انہوں نے سامری کے فریب میں آکر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے سے بھی نہ رکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی پر بنی اسرائیل کو اس ارتداد (گوسالہ پرستی) کی سزا یوں دی گئی کہ لوگوں نے شرک میں مبتلا اپنے رشتے داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ اس طرح تورات کے مطابق تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے 70 نمائندے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تاکہ بچھڑے کی پوجا کے جرم کی معافی مانگیں اور از سر نو اطاعت الٰہی کا اقرار کریں۔ وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو

بے حجاب دیکھنے پر اصرار کیا تو انہیں زلزلے کے عذاب نے موت کی نیند سلا دیا اور پھر حضرت موسیٰؑ کی دعا پر ان کو نئی زندگی بخشی گئی[20]۔

کوہ طور اور شوق دیدار الٰہی

1. ایک جلوہ تھا کلیم طورِ سینا کے لیے ہمالہ [بانگ:21]
2. میری صورت تو بھی اک برگ ریاض طور ہے گل رنگیں [بانگ:24]
3. وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں تجلیاتِ کلیم ومشاہداتِ حکیم

علم اور دین[ضرب:488]

یہ شعر علم علمیات (Epistemology) سے متعلق ہے۔ شاعر کے نزدیک معتبر علم وہ ہے جس میں فلسفیانہ نتائج کو وحی کی تعلیمات کے تابع کر کے چلایا جائے۔ یعنی وحی اور عقل دونوں کو ذریعہ علم کے طور پر قبول کر کے ایک ساتھ چلایا جائے اور وحی کو عقل سے مقدم رکھا جائے[21]۔

4. لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی

خفتگان خاک سے استفسار [بانگ:40]

اس شعر میں شاعر فوت شدہ لوگوں سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا مرنے کے بعد بھی اللہ تعالی کا دیدار ناممکن ہے؟ لن ترانی سے قرآن پاک کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں موسیٰؑ نے اللہ تعالی سے دیدار کی خواہش کی تو جواب دیا گیا کہ اس دنیا میں مجھے نہیں دیکھ سکتے[22]۔

5. چھوٹا سا طور تو یہ ذرا سا کلیم ہے شمع و پروانہ [بانگ:41]

اس شعر میں پروانے کو کلیم کہا گیا ہے۔ وجہ یہ کہ موسیٰؑ دیدار الٰہی کے شوق میں کوہ طور پر گئے اور پروانہ اپنی محبت کے لیے شمع کا طواف کرتا ہے۔ شمع کو طور سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں جلتے ہیں۔ شمع اس دنیا کی آگ میں جل رہی ہے اور طور اللہ تعالی کی تجلی سے جل گیا۔

6. زیب درخت طور مرا آشیانہ تھا ایضاً [بانگ:45]
7. کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے درد عشق [بانگ:51]

اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ آج کل کے عاشقوں کی محبت کا مرکز تبدیل ہو چکا ہے۔ کلیم سے عاشق اور طور سے محبوب مراد ہے۔

8. التجائے "اَرِنِی" سرخی افسانہ دل دل [بانگ:61]

مطلب یہ ہے کہ دل (جو عشق و محبت کا مرکز ہے) کی کہانی کا عنوان "خواہش دیدار کا اظہار" ہے۔ یعنی محبت کا اولین تقاضا عاشق سے یہ ہوتا ہے کہ وہ محبوب کو دیکھنے کی سعی کرے۔ اس شعر میں ارنی سے موسیٰؑ کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب انہوں نے خدا تعالی کے دیدار کا مطالبہ کیا[الاعراف 7:143]۔

9. تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم　　نالۂ فراق [بانگ:78]

10. تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا　　بلال [بانگ:81]

11. کیا دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر　　54 [بانگ:100]

12. وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں　　59 [بانگ:105]

مطلب یہ ہے کہ میں دیدار کا طالب ہوں اور وہی جملہ سننا چاہتا ہوں جو خدا تعالی نے موسیٰؑ سے کہا تھا جب انہوں نے اللہ تعالی کی رویت کی خواہش کی۔

13. صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں　　90[بانگ:138]

14. خیمہ زن ہو وادیٔ سینا میں مانندِ کلیم　　شعلہ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

15. شمع اور شاعر[بانگ:190]

اس شعر میں شاعر مخاطب سے کہہ رہے ہیں کہ تم بھی خدا کے عشق میں وادی سینا میں اعتکاف کرو جیسے اللہ کے نبی موسیٰؑ نے کیا تھا۔ دوسرے مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ تم علم کی جستجو میں رہو، چاہے اس کے لیے تمہیں اپنا گھر بھی قربان کرنا پڑے۔ گویا کہ تحقیق اور علم کی جستجو ایک شعلہ ہے جو انسان کی زندگی کے دوسرے پہلوں پر حاوی ہو جاتی ہے، اور انہیں جلا دیتی ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ چاہے تمہیں کچھ بھی قیمت دینی پڑے تم علم سے پیچھے مت ہٹنا۔

16. جلوہ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں　　جواب شکوہ[بانگ:202]

مطلب یہ ہے کہ حسن تو موجود ہے مگر کوئی عاشق ہی نہیں۔

17. نغمہ زن ہے طورِ معنی پر کلیمِ نکتہ بیں　　تضمین بر شعر ابو طالب کلیم[بانگ:221]

مطلب یہ کہ معانی کی دنیا میں ایک شخص گا رہا ہے جو بہت باریکی سے دیکھ سکتا ہے۔

18. ایک دن اقبال نے پوچھا کلیمِ طور سے　　اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیٔ سینا چمن

کفر و اسلام[بانگ:240]

19. کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثل کلیم اپنی ہستی سے عیاں شعلہ سینائی کر

167 [بانگ:279]

اس شعر میں استعاروں کی زبان میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی دوسرے سے روشنی مت مانگو، بلکہ اپنی روشنی اور نور خود اپنی ذات سے پیدا کرو۔ اس شعر کا ظاہری معنی بے ادبی کا پہلو لیے ہوئے ہے، مگر بظاہر شاعر کی مراد بے ادبی نہیں۔ اس لیے اسے محض ایک استعارہ سمجھنا چاہیے۔

20. شرارے وادی ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخم سینائی

تضمین بر شعر صائب [بانگ:244]

اس شعر میں وادی ایمن سے اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت کی طرف [القصص؛28:30] جس میں کہا گیا ہے کہ موسیٰؑ کو وادی ایمن (مبارک وادی) میں اللہ تعالی کی طرف سے آواز سنائی دی۔ شاعر کہتے ہیں کہ اے مخاطب تو وادی ایمن کی چنگاریاں بو رہا ہے، مگر اس زمیں میں وادی سینا والا پھل (آگ) کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔ گویا شاعر اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے اشعار کی تاثیر کو مکمل طور پر قبول کرنے کی صلاحیت ان کے زمانے کے لوگوں میں نہیں ہے۔

21. خود تجلی کو تمنا جن کے نظاروں کی تھی وہ نگاہیں ناامید نور ایمن ہو گئیں

شمع اور شاعر [بانگ:188]

حاصل یہ کہ خود تجلی چاہتی ہے کہ مجھے یہ لوگ دیکھیں۔ مگر سوء قسمت سے وہی مخصوص لوگ اس بات سے ناامید ہیں کہ انہیں تجلی نظر آئے۔

22. برق ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہے رات اور شاعر [بانگ:173]

23. ارنی میں بھی کہہ رہا ہوں لیکن یہ حدیث کلیم و طور نہیں

36[بال:335]

24. تھا ارنی گو کلیم، میں ارنی گو نہیں اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام

57 [بال:354]

25. خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ تو شعلہ سینائی، میں شعلہ سینائی

لالہ صحرا [بال:413]

26. گرما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا محاصرہ ادرنہ [بانگ:217]

اس شعر میں اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت [البقرہ؛2:55] کی طرف جس میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل کو کوہ طور پر عناد و گستاخی کی وجہ سے بجلی کی کڑک نے آلیا۔ شاعر استعارہ کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ وہ قاضی غصے میں کوہ طور کی بجلی بن گیا۔

27. ہر لحظہ نیا طور، نئی برق تجلی شاعر [ضرب:589]

معجزہ ید بیضا

28. کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پہ بلال [بانگ:81]

دست موسیٰ سے اشارہ موسیٰؑ کے ایک خاص معجزے کی طرف۔ اس معجزے کا ذکر قرآن پاک میں پانچ مقامات پر ہے [الاعراف؛7:108]، [طہٰ؛20:22]، [الشعراء؛26:33]، [النمل؛27:12]، [القصص؛28:32]۔ اس معجزے کا حاصل یہ تھا کہ موسیٰؑ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں چھپا کر نکالتے تھے تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگتا۔ قرآن پاک میں اس معجزے کے بیان کے لیے ید بیضاء (روشن ہاتھ) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

29. ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں 58[بانگ:104]

30. جلوہ طور میں جیسے ید بیضائے کلیم حسن و عشق
[بانگ:116]

31. رہے ہیں، اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا
17[بال:317]

ابطال سحر سامری

سامری موسیٰؑ کے دور کا ایک جادوگر تھا۔ اس کا ذکر قرآن پاک کی سورہ طہٰ میں آیا ہے۔ قرآن پاک کے بیان کے مطابق اس نے کچھ چالاکی سے ایک بچھڑا بنایا جس میں سے آواز آتی تھی۔ اور کہا کہ لوگو یہ تمہارا خدا ہے۔ بہت سے لوگ گمراہ ہوئے۔ موسیٰؑ نے اس بچھڑے کو جلا کر اس کی خاک سمندر میں بہادی۔

32. نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوہ آزری
میں اور تو [بانگ:252]

33. خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری
خضر راہ [بانگ:261]

34. میں ہوں نومید ترے ساقیان سامری فن سے

مصلحین مشرق [ضرب:533]

شاعر کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس دور کے شراب پلانے والے سامری کی طرح دھوکے باز ہیں۔ ان کی شراب میں حقیقی نشے کے بجائے دھوکہ ہوتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ وہ ایسے ساقیوں سے ناامید ہیں۔

معجزہ انفجارِ حجر اور انفلاق بحر

اس باب کے ضمن میں دو معجزوں کی طرف اشارے ہیں۔ پہلا معجزہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے پتھر پر اپنا عصا (لاٹھی) مارا تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اس کا نام انفلاق حجر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں دو جگہ ہے: [البقرہ؛60:2]، اور [الاعراف؛160:7]۔ دوسرا معجزہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے فرعون سے فرار کے دوران سمندر پر لاٹھی ماری تو سمندر میں راستے بن گئے۔ اس کا نام انفلاق بحر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے [الشعراء؛63:26]۔

35. کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ [23]

جب تک تو اسے ضرب کلیمی سے نہ چیرے ماہر نفسیات سے [بال:459]

36. گزر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم 55[بال:352]

اس زمانے میں موسیٰؑ والی لاٹھی کے بغیر کوئی گزارا نہیں۔

37. عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد 66[بال:362]

مطلب یہ ہے کہ طاقت کے بغیر ہر تحریک اور نظریہ بے کار ہے۔

38. جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا فنون لطیفہ [ضرب:581]

مراد یہ ہے کہ تاثیر کے بغیر فن اور ہنر بے معنی ہے۔ جس طرح موسیٰؑ کی لاٹھی میں تاثیر تھی اسی طرح فن میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

39. کبھی شمشیر محمد ﷺ، کبھی چوب کلیم اہل مصر سے [ضرب:607]

کسب حلال اور شبانی

اس باب میں موسیٰؑ کی حلال روزی کمانے کے لیے کی جانے والی کوششوں کا ذکر ہے۔ موسیٰؑ تقریباً دس سال تک شعیبؑ کے ہاں بکریاں چراتے رہے۔

40. وہ شبانی کہ ہے تمہید کلیم اللّٰہی 73[بال:367]

مقصد یہ ہے کہ بکریاں چرانا محنت والا کام ہے۔ محنت انبیاءؑ کی سنت ہے۔ موسیٰؑ کو پیغمبری محنت والی زندگی کے بعد ملی تھی۔

41. اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے 112 [بال:380]

اس شعر میں موسیٰؑ کی حضرت شعیبؑ سے ملاقات کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر سورہ قصص [آیات 22-28] میں ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اچھا استاذ، مرشد اور رہنما مل جائے تو انسان کی منزل دو قدم کے فاصلے پر آجاتی ہے۔

متفرق

42. لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف 32 [بال:331]

43. مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ "لاتخف'

32' [بال:332]

44. یا فکر حکیمانہ، یا جذب کلیمانہ 63 [بال:359]

45. کلیمی رمز پنہانی خودی کی 116 [بال:381]

46. تیرے در و بام پر وادی ایمن کا نور تیری اذانوں سے فاش سر کلیم و خلیل

مسجد قرطبہ [بال:388]

47. میرے لیے نخلِ طور ہے تو 122 [بال:394]

48. اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کلیم

فقر و ملوکیت [ضرب:492]

49. کہتا نہیں حرف لن ترانی خاقانی [ضرب:582]

50. یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں ہوئے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

خودی کی تربیت [ضرب:537]

51. یہ وادی ایمن نہیں شایانِ تجلی

یورپ اور یہود [ضرب:602]

52. ہو اگر قوتِ فرعون کی در پردہ مرید قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی

نفسیات غلامی [ضرب:620]

53. روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللھی رقص[ضرب:596]

54. معجزہ اہل ذکر، موسیٰ وفرعون وطور 51[ضرب:513]

سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں کل 17 مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا نسب بھی یہوداکے واسطے سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داؤدؑ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالی نے ان کو حکومت اور نبوت میں داؤدؑ کا جانشین بنا دیا۔ اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی ان کے قبضے میں آگئی۔ قرآن کریم نے اسی جانشینی کو وراثت داود سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہبی خصوصیات: اللہ تعالی نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے اور ان کے حق میں ہوا بھی مسخر کر دی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ جب چاہتے صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا یہ تھا کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے۔ قرآن نے اس بارے میں اس طرح صراحت کی ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے لیے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لیے بھی میسر نہ ہو بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے[24]۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فرمایا گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے مگر اللہ تعالی نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اسے دیکھ سکو مگر اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمانؑ کی یہ دعا یاد آگئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی تھی: رَبِّ هَبۡ لِي مُلۡكًا الخ" یہ یاد آتے ہی میں نے اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیا[25]۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس کیا آبادی وجود میں آئی تھی۔ پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے ایسی شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لیے باعث حیرت ہے کہ

ایسے دیو پیکر پتھر کہاں سے لائے گئے اور کس طرح لائے گئے اور جر ثقیل کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعے ان پتھروں کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر باہم جوڑا گیا۔ اسرائیلی روایت کے مطابق بیت المقدس اور ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی تعمیر میں سات سال لگے۔ قرآن مجید کی سورۃ نمل میں جس وادی نمل (چیونٹیوں کی وادی) کا ذکر آیا ہے وہ فلسطین میں اسدود اور غزہ کے درمیان عسقلان کے قریب بتائی جاتی ہے۔ عسقلان بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ہے [26]۔

1. خاتم دست سلیماں کا نگیں بن کے رہا[27] صبح کا ستارہ [بانگ:86]
2. جس سے تیرے حلقہ خاتم میں گردوں تھا اسیر اے سلیماں تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں تضمین بر شعر ابو طالب کلیم [بانگ:221]
3. مور بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے شکوہ [بانگ:169]
4. نہ رہی دولت سلمانی و سلیمانی فقر و راہبی [ضرب:513]

مسیح ابن مریم علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں ک 25 مرتبہ، لقب مسیح کل 11 دفعہ، اور کنیت ابن مریم 23 مرتبہ مذکور ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین کے ایک شہر بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ معروف "کھجور کا درخت بھی وہیں تھا اور وہ چھوٹی کی نہر بھی، جس کا ذکر ولادت مسیح کے سلسلہ میں آتا ہے۔ اصلاً ان کا تعلق فلسطین کے شمال میں ایک بستی ناصرہ سے تھا۔

وہ اپنی مقدس و مطہر ماں کے ساتھ ناصرہ ہی میں رہے البتہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ اپنی والدہ اور یوسف نجار کے ساتھ مصر کے شہر عین شمس بھی گئے تھے۔ وہاں اس مبارک خاندان کی رہائش مطریہ کے مضافات میں تھی۔ جسے کنواری مریم کا درخت (شجر مریم) کہا جاتا ہے۔ پھر یہ خاندان ناصرہ واپس آگیا۔ اس کے بعد انجیل مسیحؑ کی حیات طیبہ کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔ اس وقت ان کی عمر 12 سال تھی پھر ان کا تذکرہ اس وقت ملتا ہے جب ان کی عمر 30 سال ہوئی اور وہ حضرت یحیٰؑ سے ملے۔

حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت مریم کے بیٹے ہیں۔ ان کی پیدائش معجزانہ انداز میں بغیر باپ کے ہوئی۔ جب یہودیوں نے آپ کی والدہ پر الزام لگایا تو آپ نے گود میں معجزانہ انداز میں کام کر کے اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش کوہ سامیر کے دامن میں ہے۔ یہ جگہ بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگوں نے جائے پیدائش ناصرہ کو قرار دیا ہے۔

وہب بن منبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مریمؑ بادشاہ وقت ہیرود کے خوف سے مصر کے کسی مقام پر چلی گئیں اور حضرت عیسیٰؑ کی عمر کے ابتدائی 12 سال وہیں گزرے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ کی عمر 30 سال ہوئی تو ان پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے پورے زور وشور سے دعوت و تبلیغ کا آغاز کر دیا۔ ان کی تبلیغ میں حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی پر شدت سے عمل کرنے اور کرانے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے مواعظ میں ان مذہبی لوگوں کو خاص طور پر ہدف تنقید بنایا جنہوں نے مذہب کے نام پر دکانداریاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اعلان نبوت کے چند دنوں بعد ایک پہاڑی سے وعظ کیا جسے خطبہ کوہ کہا جاتا ہے۔ اس وعظ میں ان کی تمام تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے۔ پھر جیسے جیسے عوام ان سے متاثر ہوتے گئے؛ خواص یعنی مذہبی لوگ کاہن اور فریسی (Pharisees) اتنے ہی ان کے مخالف ہوتے گئے کیونکہ انہیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔ دشمنوں نے رومی گورنر کو حضرت عیسیٰؑ کے خلاف کیا، اور دوسری طرف مسیحؑ کے شاگرد یہوداہ اسکریوتی کو رشوت دے کر جاسوسی و مخبری کے لیے تیار کر لیا۔ پھر بائبل کے مطابق یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مگر قرآن پاک کے مطابق عیسیٰؑ کو کوئی قتل نہیں کر سکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شبہ میں مبتلا کر دیا۔ رومیوں نے یہودا کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کو زندہ سلامت آسمان پر اٹھالیا۔ احادیث متواترہ کے مطابق وہ قرب قیامت میں دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، اور کفر و شرک اور ظلم و جبر کا خاتمہ کریں گے[28]۔

معجزہ شفائے عام

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ شفا کا ذکر قرآن پاک میں دو جگہ پر ہے: آل عمران:49 اور المائدۃ:110۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ بِإِذْنِي [المائدة: 110]

ترجمہ: اور (اے عیسیٰ) آپ میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور برص میں مبتلا شخص کو ٹھیک کرتے تھے۔

1. حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے　　محبت [بانگ:111]

اس شعر میں شاعر کہنا چاہتے ہیں کہ محبت بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ اور محبت مردہ قوموں کو زندگی بخشتی ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ابن مریم کو شفا بخشی اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہستی کے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اور ابن مریم کے سانسوں کی حرارت سے وہ تاثیر مراد ہے جو ابن مریم میں اللہ تعالیٰ نے رکھ دی تھی۔

حاصل یہ ہے کہ محبت میں بھی بیماریوں اور مردہ پن کا علاج ہے اور یہ فیض اس نے ابن مریم علیہ السلام سے لیا ہے۔

2. نبضِ مریض پنجہ عیسی میں چاہیے شفاخانہ حجاز[بانگ:198]

احیاء موتی

عیسی علیہ السلام کا ایک مشہور معجزہ مردوں کو زندہ کرنے کا تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے: وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ [آل عمران: 49]

ترجمہ: اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسی علیہ السلام جب جسی مردہ شخص کو زندہ کرنا چاہتے تھے تو یہ الفاظ فرماتے تھے: "قم باذن اللہ" (اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ)۔ تو وہ مردہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جاتا تھا[29]۔

3. سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا "قم" میں نے ابر کہسار [بانگ:28]

اس شعر میں شاعر بادل کی زبان سے کہہ رہے ہیں کہ میں زمین کو زندہ کرتا ہوں سبزہ اگا کر۔ اور زندہ کرنے کے لیے "قم" کو استعارے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

4. "قُم باذن اللہ" کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے خانقاہ[بال:453]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ ایسے اللہ والے جو مردہ دلوں کو اپنی روحانیت سے زندہ کر سکتے تھے، وہ اب نہیں رہے۔

5. جہاں اگرچہ دگرگوں ہے، قم باذن اللہ قم باذن اللہ[ضرب:527]

رفع سماوات ونزول قرب قیامت

وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينَۢا 157 بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمٗا 158 وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا [النساء: 157-159]

6. ابن مریم مر گیا یا زندہ جاوید ہے

آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے یا مجدّد جس میں ہوں فرزند مریم کے صفات

ابلیس کی مجلس شوری [ارمغان:656]

اس شعر میں علامہؒ ایک عیسیؑ کے رفع سماوی اور قرب قیامت میں دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کے بارے میں اختلاف کا ذکر کر رہے ہیں۔ اہل سنت والجماعت اس مسئلے میں بذات خود عیسیؑ کے نزول کا عقیدہ رکھتے

ہیں، جبکہ کچھ گمراہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ احادیث میں جو عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی بات کہی گئی ہے، اس سے ایک مجدد کی آمد مراد ہے جس میں عیسیٰؑ کی طرح بلند صفات ہوں گی اور جو امت کے احیاء کی کوشش کرے گا۔

خضر علیہ السلام

خضرؑ جمہور امت کے مطابق اللہ کے نبی تھے۔ بعض علماء ان کو اولیاء میں سے مانتے ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ راجح قول کے مطابق ان کا نام "بلیا" ہے، جیسا کہ امام ابن قتیبہؒ اور امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے[30]۔ خضر ان کا لقب ہے۔ اس لقب کے ملنے کی وجہ ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ خضر ایک سفید کھال پر بیٹھے تو اس کے نیچے زمین پر سبزہ اگ کر لہلہانے لگا[31]۔ قرآن پاک کی سورہ کہف میں خضرؑ کا واقعہ ان کے نام کے ذکر کے بغیر وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک میں خضرؑ کو اللہ کا بندہ کہا گیا ہے جس پر خدا نے خاص رحمت فرمائی اور خاص علم عطا فرمایا[32]۔ خضرؑ سے متعلق کعب احبار کے واسطے سے بہت سی اسرائیلی روایات منقول ہیں مگر وہ قابل اعتماد نہیں۔ خضرؑ کی عمر قیامت تک ہونا، آب حیات چشمے سے پانی پینا وغیرہ ایسی ہی غیر معتبر روایات میں سے ہے۔ محققین کی رائے کے مطابق خضرؑ وفات پا چکے ہیں۔ دوسری طرف صوفیہ ان کی حیات طویلہ کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خضرؑ سفر کرتے رہتے ہیں اور صحرا اور بیابانوں میں لوگوں سے ملتے بھی ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ، ابراہیم بن ادہمؒ، بشر حافیؒ، معروف کرخیؒ، سری سقطیؒ اور جنید بغدادیؒ جیسے بزرگوں کے بارے میں منقول ہے کہ وہ خضرؑ سے ملے ہیں[33]۔ اس اختلاف کا حل حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے بتایا ہے۔ شیخ مجددؒ فرماتے ہیں کہ عالم کشف میں ان کی ملاقات خضرؑ سے ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں؟ خضرؑ نے جواب دیا: میں اور الیاس وفات پا چکے ہیں، مگر خدا تعالیٰ نے ہماری ارواح کو اس کی قوت و اجازت دے رکھی ہے کہ ہم متجسم ہو کر دنیا میں آئیں اور لوگوں کی مدد کریں[34]۔

عمر بھر کا مسافر اور بھٹکے ہوؤں کا رہنما

1. مثل خضر خجستہ پا ہوں میں — عقل و دل [بانگ:41]

اس شعر میں شاعر خضر کو "ہمیشہ سفر میں رہنے والی ہستی" کے لیے بطور استعارہ استعمال کر رہے ہیں۔ عقل کہہ رہی ہے کہ وہ ہمیشہ سفر میں رہتی ہے۔

2. مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا — التجائے مسافر [بانگ:96]

اس شعر میں خضر کو راہنما کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

3. رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے 62[بانگ:107]

اس شعر میں خضر کو "راہنمائی کرنے والے" کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب اپنا راستہ خود ڈھونڈے اور کسی راہنمائی کرنے والی پراسرار شخصیت کی امید دل سے نکال دے۔

4. راز حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے کوشش ناتمام[بانگ:124]

اس شعر میں خضر کو "ایک تجربہ کار اور صاحب حکمت مسافر" کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کے نزدیک زندگی کا راز ایسے ہی شخص سے پوچھنا چاہیے۔

5. دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیک جہاں پیما خضر جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب

خضر راہ [بانگ:256]

اس شعر میں خضر کو پوری دنیا کی سیر کرنے والا ایک مسافر بتایا گیا ہے جس کو طویل عمر عطا کی گئی ہو۔ حاصل یہ ہے کہ ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی خضر پر بڑھاپا نہیں آیا۔

امور تکوینی کا رازدار

6. کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

خضر راہ [بانگ:256]

اس شعر میں اشارہ ہے اس واقعے کی طرف جو سورہ کہف میں بیان ہوا ہے[35]۔ خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰؑ اللہ کے حکم کے مطابق خضرؑ سے ملاقات کے لیے گئے۔ اس ملاقات کے دوران خضرؑ نے کچھ غریب مزدور لوگوں کی کشتی میں سوراخ کر دیا، اور ایک نابالغ لڑکے کو قتل کر دیا۔ ان دونوں باتوں پر موسیٰؑ نے اعتراض کیا کہ یہ ناجائز عمل ہیں۔ پھر ایک بستی میں ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر اجرت کے دوبارہ تعمیر کر دیا۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت بھی لے سکتے تھے۔ خضرؑ نے ان تینوں کاموں کی حکمت بیان کی تو موسیٰؑ کو اس بات کا ادراک ہوا کہ خضرؑ کو ایسا علم عطا ہوا ہے جو موسیٰؑ کے پاس نہیں ہے۔ دوسرے مصرعے میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

7. خضر سوچتا ہے وُلر کے کنارے 36[ارمغان:684]

پارہ ہائے حکمت از خضر

8. کنار دریا خضر نے مجھ سے کہا بہ انداز محرمانہ سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ

39[ارمغان:686]

اس شعر میں شاعر بزبان خضر یہ بیان کر رہے ہیں کہ اس دور میں بادشاہی اور فقیری دونوں میں ہی دھوکہ ہے۔

9. کل ساحل دریا پہ کہا مجھ سے خضر نے تو ڈھونڈ رہا ہے سمِ افرنگ کا تریاق

کافر و مومن[ضرب:505]

اس شعر میں بھی خضر کو ایک صاحب حکمت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جو شاعر کو دیکھ کر جان گئے کہ یہ کس چیز کی تلاش میں ہے۔ بقول خضر شاعر انگریز کے زہر کا تریاق ڈھونڈ رہے ہیں۔

10. خضر کیونکر بتائے، کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟ 104[بال:378]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ انتہائی بنیادی سوالات کا جواب خضر نہیں دیتے۔ ایسے سوالات کا جواب انسان اپنی عقل اور حس مشترک سے حاصل کر سکتا ہے۔ حاصل یہ کہ جو شخص سستی میں پڑا رہے اور خود کوشش و جستجو نہ کرے، اس کی راہنمائی کے لیے خضر نہیں آتے۔

11. خضر بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا جبریل و ابلیس[بال:436]

12. تلخابہ اجل میں جو عاشق کو مل گیا پایا نہ خضر نے مے عمر دراز میں

شفاخانہ حجاز[بانگ:198]

اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ عاشق مر کر وہ دولت پالیتا ہے جو طویل عمر والے شخص کو نہیں ملتی، اگرچہ موت کڑوے پانی کی طرح تکلیف دہ ہے اور طویل عمر شراب کی طرح لذت و مستی دیتی ہے۔

نتائج بحث

1. مقالے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقبال کے ہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا کردار محض ایک تاریخی تلمیح نہیں، بلکہ عقیدہ توحیدِ خالص، یقینِ محکم اور بت شکنی کا ابدی استعارہ ہے۔ اقبال عصر حاضر کے فکری، سیاسی اور مادی بتوں (جیسے وطنیت، سرمایہ داری اور لادین سائنس) کے مقابلے کے لیے "جراَتِ براہیمی" کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ابراہیمی نظر کے بغیر جدید دور کے فکری صنم کدوں کی نفی ممکن نہیں ہے۔

2. تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اقبال جہاں مابعد الطبیعیاتی امور میں روایت کے پاسدار ہیں، وہاں بعض جگہوں پر ان کا شعری تخیل روایتی یا لوک داستانوں سے متاثر دکھائی دیتا ہے۔ طوفانِ نوح اور کوہِ جودی: مقالے میں کلامِ اقبال (بانگِ درا: 87) کے اس دعوے کا علمی محاکمہ کیا گیا ہے جس میں کشتیِ نوح کے ہمالیہ (ہندوستان) پر ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ قرآنِ کریم (سورہ ہود) اور جدید تاریخی و جغرافیائی شواہد (ڈاکٹر بل کراوز کی تحقیق) سے ثابت ہے کہ یہ کشتی ترکی کے جنوب مشرقی صوبے میں واقع کوہِ جودی پر ٹھہری تھی۔ مقالے میں اس

اختلاف کو دور کرنے کے لیے "ترجیح" (قرآنی بیان کو مقدم رکھنا) اور "تطبیق" (بلندی کے لحاظ سے ارارات اور پھر جودی پر ٹھہرنا) کے علمی طریقے وضع کیے گئے ہیں، جو آرٹیکل کی علمی ثقاہت کو بڑھاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات (یدِ بیضا، عصا، ابطالِ سحر سامری) اور کوہِ طور پر تجلیِ ذات کے احوال سے اقبال نے اپنے تصورِ خودی اور نظریۂ علم کی بنیادیں استوار کی ہیں:

- اقبال کے نزدیک معتبر علم (Epistemology) وہ ہے جہاں فلسفیانہ تفکر (مشاہداتِ حکیم) وحیِ الٰہی (تجلیاتِ کلیم) کے تابع ہو۔
- "عصا" اور "ضربِ کلیمی" سے اقبال یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ فکری اور روحانی قوت کے ساتھ مادی و عملی طاقت (خودی کا استحکام) بھی دنیا میں باطل کے سحر (طلسمِ سامری) کو توڑنے کے لیے ناگزیر ہے۔

3. حضرت اسماعیلؑ کی تلمیح کے ذریعے اقبال تاریخِ اسلام کا یہ جوہر نچوڑتے ہیں کہ "داستانِ حرم" قربانیوں سے عبارت ہے۔ اس کی ابتدا تسلیم و رضا کے پیکر حضرت اسماعیلؑ سے ہوتی ہے اور انتہا میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسینؓ کی شہادت پر ہوتی ہے۔ یہ تسلسل ظاہر کرتا ہے کہ حق کی بقا ہمیشہ ایثارِ نفس کی متقاضی رہی ہے۔

حواشی

[1] حفظ الرحمٰن سیہارویؒ، قصص القرآن، مکتبۃ البشریٰ کراچی، ط2013م، ج1، ص19

[2] سورہ الحجر:26-30 سورۃ ص:71،71

[3] علامہ اقبال، بانگ درا[کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص74

[4] مفتی ابولبابہ شاہ منصور، کتاب الجغرافیہ، السعید پبلی کیشن کراچی، ط2013م، ص133

[5] Bahattin Dartma, The views on where Noah's Ark anchored, Review of Armenian studies, No.6, Vol.2, 2004, p3

[6] The Editors of Encyclopaedia Britannica. "Mount Ararat." Encyclopedia Britannica, August 30, 2025. https://www.britannica.com/place/Mount-Ararat.

[7] ڈاکٹر بل کراوز نے متعدد دلائل دیے ہیں: (1) قدیم تاریخی روایات کوہ ارارات پر کشتی ٹھہرنے کی تائید نہیں کرتیں۔ (2) ارارات ایک آتش فشاں پہاڑ ہے۔ اس کے قدیم زمانے میں پانی میں ڈوبنے کے کوئی آثار نہیں ملتے۔ (3) بائبل میں کسی مخصوص پہاڑ کے بجائے ایک ارضیاتی (geological) علاقے کا حوالہ دیا گیا ہے، جسے غلط طور پر کوہ ارارات سمجھ لیا گیا۔ (4) موجودہ دور میں کسی بڑی کشتی کی باقیات کوہ ارارات پر نہیں ملیں۔

[8] Dr Bill Crouse, Five reasons Noah's Ark didn't land on Mt Ararat; Five reasons why it did land on Cudi Dagh, paper presented at "International Noah & Judi Mountain Symposium'', Sirnak University Turkey, 2013

[9] حفظ الرحمن سیہاروی، قصص القرآن، مکتبۃ البشری کراچی، ط2013م، ج1، ص172

[10] د علی العربی، الانبیاء والرسل فی القرآن الکریم، دار ابن حزم بیروت لبنان، ط2014م، ص132

[11] حفظ الرحمن سیہاروی، قصص القرآن، مکتبۃ البشری کراچی، ط2013م، ج1، ص157

[12] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ترجمہ: حافظ محمد امین، دار السلام لاہور، ط1424ھ، ص75،74

[13] حفظ الرحمن سیہاروی، قصص القرآن، مکتبۃ البشری کراچی، ط2013م، ج1، ص212،213

[14] حفظ الرحمن سیہاروی، قصص القرآن، مکتبۃ البشری کراچی، ط2013م، ج1، ص172

[15] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ص75

[16] علامہ اقبال، بال جبریل [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م، ص355

[17] علامہ اقبال، ضرب کلیم [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م، ص477

[18] سورۃ الصٰفٰت 37:101-110

[19] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ص118-119

[20] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ص139-144

[21] حمید اللہ شاہ ہاشمی، شرح ضرب کلیم، بک کارنر جہلم، ط2017م، ص42

[22] الأعراف 7:143

[23] علامہ اقبال، ارمغان حجاز [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م، ص683

[24] سورۃ ص 38:35

[25] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، دار التاصیل-القاھرۃ مصر، ط2012م، ج4، ص429، حدیث 3425

[26] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ص172-174

[27] ایک پتھر کے ٹکڑے کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں۔

[28] دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ص211-212

[29] أبو یوسف یعقوب بن إبراھیم القاضی (ت 182ھ)، کتاب الآثار، لجنۃ إحیاء المعارف النعمانیۃ بحیدر آباد الدکن الھند، سن ندارد، ص198، حدیث 897

[30] حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، الزھر النضر فی حال الخضر، مکتبۃ اھل الاثر کویت، ط2004م، ص87،41

[31] ھمام ابن منبہؒ ت 131ھ، صحیفۃ ھمام بن منبہ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ط1987م، ص57

[32] الکھف 18:65

[33] انور بدخشانی، ھدایۃ المتحیر في حیاۃ الخضر، فارسی ترجمہ بنام حیات و وفات خضرؑ: از فیض محمد بلوچ، انتشارات خواجہ عبد اللہ انصاری تربت، ط2004م، ص68

[34] انور بدخشانی، ھدایۃ المتحیر في حیاۃ الخضر،، ص104، 105

[35] سورۃ الکھف، 18:60-82

مصادر و مراجع

1. ابن حجر عسقلانیؒ، الزھر النضر فی حال الخضر، مکتبۃ اھل الاثر کویت، ط2004م
2. ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی (ت182ھ)، کتاب الآثار، لجنۃ إحیاء المعارف النعمانیۃ حیدر آباد الدکن الھند، سن ندارد
3. انور بدخشانی، ھدایۃ المتحیر في حیاۃ الخضر، فارسی ترجمہ بنام حیات و وفات خضرؑ: از فیض محمد بلوچ، انتشارات خواجہ عبد اللہ انصاری تربت، ط2004م
4. حفظ الرحمٰن سیہارویؒ، قصص القرآن، مکتبۃ البشری کراچی، ط2013م
5. حمید اللہ شاہ ہاشمی (پروفیسر)، شرح ضرب کلیم، بک کارنر جہلم، ط2017م
6. دشوقی ابو خلیل، اطلس القرآن، ترجمہ: حافظ محمد امین، دار السلام لاہور، ط1424ھ
7. دعلی العربی، الانبیاء والرسل فی القرآن الکریم، دار ابن حزم بیروت لبنان، ط2014م
8. علامہ اقبال، ارمغان حجاز [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م
9. علامہ اقبال، بال جبریل [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م
10. علامہ اقبال، بانگ درا [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م
11. علامہ اقبال، ضرب کلیم [کلیات اقبال اردو]، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ط2005م
12. غلام رسول مہر، مطالب کلام اقبال اردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز لاہور، ط سن ندارد
13. محمد بن اسماعیل البخاري، صحیح البخاری، دار التأصیل- القاھرۃ مصر، ط2012م
14. مفتی ابو لبابہ شاہ منصور، کتاب الجغرافیہ، السعید پبلی کیشن کراچی، ط2013م
15. ھمام ابن منبہؒ ت131ھ، صحیفۃ ھمام بن منبہ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان، ط1987م
16. Bahattin Dartma, The views on where Noah’s Ark anchored, Review of Armenian studies, No.6, Vol.2, 2004
17. Dr Bill Crouse, Five reasons Noah’s Ark didn’t land on Mt Ararat; Five reasons why it did land on Cudi Dagh, paper presented at “International Noah & Judi Mountain Symposium’’, Sirnak University Turkey, 2013
18. The Editors of Encyclopedia Britannica. "Mount Ararat." Encyclopedia Britannica, August 30, 2025. https://www.britannica.com/place/Mount-Ararat.